توکل علی اللہ کا صحیح مفہوم

(فرمودہ ۲۹/جولائی ۱۹۲۷ء)

تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

ایک مومن اور غیر مومن میں سب سے بڑا فرق یہی ہوا کرتا ہے کہ مومن اپنے کاموں کی بنیاد اپنے سے ایک بالا ہستی کے احکام پر رکھتا ہے۔ اور غیر مومن اپنے ایمان کی کمزوری یا نقدان کی وجہ سے علی حسب مراتب اپنے کاموں کی بنیاد اپنے سے بالا ہستی پر کمزور طور پر یا بالکل ہی نہیں رکھتا۔ پس در حقیقت جب کوئی اپنے آپ کو مومن کہتا ہے۔ تو اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اس کے کام دنیا میں محض اس کی عقل اس کی تدبیر اور اس کی کوشش سے وابستہ نہیں۔ ان کا دخل اور واسطہ ایک اور ہستی سے ہے جو سب مخلوق کو پیدا کرنے والی ہے اور ان کے سب کاموں کی نگران ہے۔ لیکن اگر باوجود اس دعویٰ کے مومن کے اعمال سے یہ بات ثابت نہ ہو تو اس کا مومن ہونے کا دعویٰ محض ایک دھوکا اور فریب ہو گا۔ اگر ایک مومن اور غیر مومن کے کاموں میں فرق نہ ہو۔ جس طرح ایک دہریہ کے اعمال اس کی اپنی خواہشات اپنی عقل اور اپنی تدبیر پر مبنی ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر ایک مومن کہلانے والے کی خواہشات اور اس کے جذبات اس کے کام اس کی اپنی عقل اپنی تدبیر اور اپنی کوشش پر مبنی ہوں تو دونوں میں کوئی فرق نظر نہیں آئے گا۔ اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس شخص کے ایمان نے دوسرے کے کفر کی نسبت اس میں کوئی تبدیلی پیدا کی ہے۔ اور جس ایمان نے کوئی تبدیلی نہیں پیدا کی۔ اسے کسی نے کرنا کیا ہے۔ وہ بالکل بے حقیقت اور بے قیمت چیز ہے۔ وہ نہ اس کو نفع دے سکتا ہے نہ دوسروں کو۔ جب ایک شخص ایمان لاتا اور مومن کہلاتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ اپنے اندر ان لوگوں کے مقابلہ میں تغیر پیدا کرے جو مومن نہیں کہلاتے کیونکہ جب تک اس کا ایمان اس میں تغیر نہیں پیدا کرتا ایمان نہیں کہلا سکتا اور کچھ قدر و قیمت

نہیں رکھتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے مسلمانوں کے لئے ایک گُر بتایا ہے۔ اور ان کو کامیابیوں کے لئے ایک راز سے آگاہ کیا ہے۔ اور ہر مسلمان کو توجہ دلائی ہے کہ اس گُر پر عمل کرے۔ وہ گر کیا ہے؟ وہ توکل علی اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہر وہ بندہ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے اس کا فرض ہے کہ مجھ پر توکل کرے اس کی تمام دینی اور دنیوی کامیابیوں کا راز اسی میں ہے۔

توکّل کے معنی عربی میں کسی کام کو پورے طور پر لے لینے اور کسی کام کو پورے طور پر کسی کے سپرد کر دینے کے ہیں۔ ان معنوں کی وجہ سے مسلمانوں میں بعض لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ توکل کے معنی یہ ہیں کہ انسان خود کام چھوڑ کر بیٹھ جائے۔ کچھ محنت اور کوشش نہ کرے۔ اور یہ سمجھ لے کہ خدا خود بخود سب کچھ کر دے گا۔ چنانچہ مسلمان سمجھتے ہیں خدا پر توکل کرنے والا وہی ہوتا ہے جو ہر قسم کی محنت سعی اور کوشش سے آزاد ہو جائے۔ اگر کوئی محنت اور کوشش کرتا ہے تو وہ خدا پر توکل نہیں کرتا۔ اس خیال کی وجہ سے مسلمانوں میں عام طور پر سستی اور لاپرواہی پیدا ہو گئی ہے اور وہ اس حد تک غفلت برتنے لگ گئے ہیں کہ ان کے تمام کاموں میں غفلت اور سستی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ان کا زمیندارہ لوتب۔ تجارت لوتب۔ پیشوں کو لوتب ان سب میں دوسری قوموں کے مقابلہ میں بے حد سست نظر آتے ہیں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ سارے کے سارے مسلمان تھک کر چُور ہو چکے اور زندگی سے بیزار بیٹھے ہیں۔ اگر توکل کا یہی نقشہ نظر آئے۔ اور وہ توکل جس کا حکم خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دیا ہے اس کا یہی نتیجہ ہو کہ دنیا میں غافلوں۔ مستوں اور نکموں کی ایک جماعت پیدا ہو جائے۔ جس کے چہروں سے ظاہر ہو کہ زندگی سے تنگ آئے ہوئے ہیں اور مرنا چاہتے ہیں۔ وہ لوگ اگر اٹھیں تو ایسا معلوم ہو کہ ساری دنیا کا بوجھ ان کے اوپر رکھ دیا گیا ہے۔ اور اگر بیٹھیں تو یوں معلوم ہو کہ آسمان سے دھکے دے کر انھیں گرایا گیا ہے۔ وہ اگر کام کریں تو یوں معلوم ہو کہ ان کے ہاتھ کئی کئی من کے بوجھل ہیں۔ وہ اگر بات کریں تو یوں معلوم ہو کہ رو رہے ہیں۔ وہ اگر آنکھ کھولیں تو یوں نظر آئے کہ نیند کے غلبہ سے مدہوش ہیں۔ اگر یہی توکل کا نتیجہ ہے تو ہم کہیں گے کہ خدا تعالیٰ نے قیامت کو جلد لانے کے لئے توکل کا حکم دیا ہے تاکہ اس طرح لوگ جلدی تباہ و برباد ہو جائیں۔ لیکن کیا کوئی عقلمند یہ خیال کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی ترقی کے لئے وہ حکم دے جو اس کی تباہی کا باعث ہو۔ کیا خدا تعالیٰ کو اپنا منشاء پورا کرنے کے لئے (نعوذ باللہ) ڈھکوسلوں اور فریبوں کی ضرورت ہے۔ یوں تو وہ دنیا پر قیامت نہیں لا سکتا تھا۔ اس نے کہا چلو توکل کا حکم دو۔ جب لوگ اس پر عمل کریں گے تو تباہ و برباد

ہو جائیں گے مگر مسلمانوں کی یہ حالت توکل کا نتیجہ نہیں بلکہ امید کے فقدان کا نتیجہ ہے جب کسی قوم کے دل سے امید مٹ جاتی ہے تو وہ ہر کام اور ہر فعل میں سست اور غافل ہو جاتی ہے۔ ورنہ توکل کے ذریعہ تو امید پیدا ہوتی ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں ایک ایسی ہستی جو ہمارے تمام کام کرسکتی ہے اس کے سپرد ہم نے اپنے کام کردیئے ہیں۔ اب بتاؤ جس کا کام کسی بڑے باا ثر اور بارسوخ انسان کے سپرد ہو جائے وہ خوش ہوا کرتا ہے یا رونا شروع کردیتا ہے۔ مثلاً کسی پر مقدمہ ہو اور وہ اپنے مقدمہ میں سب سے بڑا اور مشہور وکیل کرلینے میں کامیاب ہو جائے تو اس کے چہرہ پر خوشی اور بشاشت کے آثار نمایاں ہونگے یا مُردنی چھا جائے گی۔ گو ضروری نہیں کہ اعلیٰ درجہ کا وکیل کرلینے کی وجہ سے اسے مقدمہ میں ضرور کامیابی حاصل ہو جائے۔ کیونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ وکیل بھی مقدمے ہار جاتے ہیں۔ مگر کسی قابل وکیل کی خدمات کا حاصل ہو جانا ہی بڑی خوشی اور اطمینان کا موجب ہو جاتا ہے۔ اور ایسا شخص خوش اور بشاش نظر آتا ہے۔ یا مثلاً کسی کے گھر ایسا مریض پڑا ہو۔ جس پر ناامیدی اور مایوسی چھائی ہوئی ہو وہاں ملک کا بہترین ڈاکٹر آجائے اور مریض کے لواحقین اس کی خدمات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ تو اس مریض کو خوشی ہوگی یا وہ غم میں ڈوب جائے گا۔ یقیناً اس کے چہرہ سے خوشی کے آثار ظاہر ہونگے۔ یہ پتہ نہیں کہ مریض اس کے علاج سے اچھا ہو یا نہ ہو۔ مگر یہ خیال کہ کامیاب ڈاکٹر اس کا علاج کرے گا۔ اسی سے اس کے چہرہ پر بشاشت آجائے گی۔ ہم نے تو دیکھا ہے اگر مرتے ہوئے مریض کے پاس بھی اعلیٰ درجہ کا طبیب آجائے تو اس کے چہرہ پر رونق آجاتی ہے۔ اور اس کے لواحقین بڑے تپاک سے ایسے ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ پس ایک مرتے ہوئے مریض کو لائق ڈاکٹر کے سپرد کرنے پر اور ایک شکست کھا جانے والے مقدمہ کے لئے اعلیٰ درجہ کے وکیل کی خدمات حاصل ہو جانے پر انسان خوش ہوا کرتا ہے۔ یا اس کے چہرہ پر مایوسی دوڑ جاتی ہے۔ اگر خوش ہوا کرتا ہے تو پھر کیا یہ ممکن ہے۔ کہ ایک خدا جس میں سب طاقتیں پائی جاتی ہیں جو انسان کی ہر تکلیف کو دور کرسکتا ہے۔ جو ہر مصیبت کے وقت کام آسکتا ہے۔ اس کے سپرد ہم اپنے کام کریں۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہو کہ ہمارے چہروں پر مُردنی چھا جائے۔ اور ہم ناامید اور مایوس ہو کر بیٹھ جائیں۔ یہ بالکل ناممکن ہے اگر واقعہ میں توکل کے معنی اپنے ہر ایک کام کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرنا ہے۔ اور واقعہ میں ہمارا اعتقاد ہے کہ خدا ہے اور اس کے سپرد ہم نے کام کردیا ہے۔ تو یقیناً ہمیں خوش ہونا چاہئے۔ اور ہمارے چہروں پر بشاشت جھلکنی چاہئے۔ اگر اچھا ڈاکٹر مل جانے پر اور اعلیٰ وکیل کی خدمات حاصل ہو جانے پر لوگ

خوش ہوتے ہیں۔ حالانکہ کوئی بڑے سے بڑا وکیل بھی یہ یقین نہیں دلا سکتا۔ کہ اس کے ذریعہ ضرور مقدمہ میں کامیابی حاصل ہوگی۔ اور کوئی مشہور سے مشہور ڈاکٹر یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ مریض کو ضرور اچھا کر دے گا۔ لیکن جب اپنا معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد کیا جائے تو بجائے خوشی کے آثار کے اور چستی کی نمود کے چہروں سے اداسی اور مُردنی ٹپک رہی ہو۔ ہم ست اور غافل ہو جائیں۔ تو کون کہہ سکتا ہے کہ ہم نے توکل پر عمل کیا۔ پس وہ توکل نہیں ہوتا جس کے نتیجہ میں مُردنی اور مایوسی پیدا ہوتی ہے۔ توکل امید پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم نے اپنا کام سب سے اعلیٰ اور سب سے طاقت ور ہستی کے سپرد کر دیا ہے مگر مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھو اور پھر اندازہ لگاؤ۔ کہ کیا واقعہ میں انہوں نے خدا تعالیٰ پر توکل کیا ہوا ہے۔ میں توکل کے معنی آگے بیان کروں گا۔ یہاں میں یہ کہتا ہوں کہ جسے توکل کہا اور سمجھا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ دیکھو۔ اس کے نتیجہ میں تو اُمنگ۔ چستی اور بشاشت پیدا ہونی چاہئے۔ نہ کہ ناامیدی سستی اور مردنی۔ دیکھو ایسے وقت جب کہ ایک فوج ہار رہی ہو۔ ایک بڑا کامیاب جرنیل وہاں پہنچ جائے۔ جس کے سپرد فوج کی کمان کر کے کہا جائے لیجئے اب آپ مقابلہ کریں۔ تو اس وقت وہ فوج ست ہو جائے گی یا چست یا مثلاً ایک جگہ مباحثہ ہو رہا ہو اور ایک فریق کا مناظر ہار رہا ہو کہ اس کی امداد کے لئے ایک زبردست مناظر وہاں پہنچ جائے اور خود مناظرہ کرنا شروع کر دے تو کیا اس وقت وہ لوگ ست پڑ جائیں گے یا ان میں چستی آ جائے گی۔ اگر واقعہ میں مسلمان خدا تعالیٰ پر توکل کر رہے ہوتے تو ان کے ہر کام ہر فعل اور ہر پیشہ میں چستی چالاکی پائی جاتی۔ مگر اس کی بجائے ہر پیشہ میں سستی نظر آتی ہے۔ اور ان کے چاروں طرف ناکامی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔

میں نے پچھلے دنوں مسلمانوں کی ہمدردی اور ان کی بہتری کے لئے ایک اعلان شائع کیا تھا۔ ہماری جماعت جتنی غریب اور جیسی قلیل ہے اسے اکثر لوگ جانتے ہیں۔ گو بعض نہیں بھی جانتے اور وہ سمجھتے ہیں بڑی مالدار جماعت ہے۔ میں نے اعلان کیا تھا کہ مسلمانوں کو ملازمتوں اور دوسرے کاروبار میں جو دقتیں ہوں ان سے اطلاع دیں۔ تا جہاں تک ہم سے ہو سکے ہم ان کی مدد کریں۔ یا جو دوسرے مسلمان دور کر سکیں ان سے دور کرائیں۔ اس پر ان دو مہینوں میں قریباً قریباً دو لاکھ روپیہ کی درخواستیں میرے پاس آ چکی ہیں۔ جو لوگوں نے بھیجی ہیں اور وہ لکھتے ہیں کہ ہمارے لئے اتنے روپیہ کا انتظام کر دیں۔ اگرچہ میں نے اعلان میں صاف طور پر لکھ دیا تھا کہ ہم کس قسم کی مدد کریں گے مگر باوجود اس کے مسلمانوں کے افلاس کی حالت اس درجہ دردناک ہے

کہ دو لاکھ روپیہ کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کس حد تک گر چکے ہیں۔ اور اس سے پتہ لگتا ہے کہ توکل ان میں نہیں ہے بیسیوں جگہ سے درخواستیں آرہی ہیں کہ مسلمان دکانداروں کی ضرورت ہے۔ ایک علاقہ میں پانچ سو دکانوں کی ضرورت ہے۔ مگر وہاں کے لئے مسلمان دکاندار ملتے نہیں۔ اپنی جماعت کے لوگ نہیں شیعہ۔ سنی۔ وہابی۔ چکڑالوی غرض کوئی مسلمان کہلانے والا ہو اس کی ہم مدد کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مگر مسلمانوں کو اتنی ہمت نہیں پڑتی کہ وہاں جاکر دکان کریں۔ بھوکے مررہے ہیں۔ فاقے جھیل رہے ہیں۔ ان کے مکان اور زمینیں بک چکی ہیں۔ بے حد مقروض ہو چکے ہیں۔ مگر یہ نہیں کہ دوسرے علاقہ میں جاکر کچھ کاروبار کریں۔ کوئی تجارت کریں۔ میں اس وقت کی تحریک کے مطابق خیال کرتا ہوں کہ چار پانچ ہزار مسلمان دکانیں کھول سکتے ہیں۔ اور ایک سو روپیہ تک کی پونجی لگاکر پچیس تیس چالیس روپیہ ماہوار کما سکتے ہیں۔ مگر مسلمانوں میں یہی خیال بیٹھا ہوا ہے کہ خدا نے رزق دینا ہوگا تو اپنے گھر میں ہی دے دے گا کسی دوسری جگہ جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اور اسے وہ توکل کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ محض سستی اور کم ہمتی کی وجہ سے ہے۔ توکل میں سستی نہیں ہو سکتی۔ دیکھو ایک مایوس مریض کو کسی قابل ڈاکٹر کا پتہ لگ جائے تو اس کے لواحقین اس کے آگے پیچھے دوڑتے پھرتے ہیں۔ اور جو کچھ وہ بتاتا ہے بڑی چستی اور ہوشیاری سے کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی کو ایک اعلیٰ درجہ کا وکیل مل جائے تو وہ جو کچھ کہے اس کی نہایت سرعت اور ہوشیاری سے تعمیل کی جاتی ہے۔ مگر خدا کے سپرد کام کرنے کا یہ مطلب سمجھا جاتا ہے کہ انسان کو خود کچھ نہیں کرنا چاہئے۔ مگر یہ توکل نہیں بلکہ عدم توکل ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے توکل کے معنی سمجھے نہیں۔ جب یہ لفظ بولا جاتا ہے تو تین پہلو یہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ اول یہ کہ اپنے کاموں کو پورے طور پر کسی کے سپرد کر دینا۔ دوم یہ کہ اس کی بتائی ہوئی تدابیر پر کامل طور پر عمل کرنا۔ اسے اپنا سہارا بنالینا۔ اور جو وہ کہے اسے اختیار کرنا۔ سوم یہ کہ یقین رکھنا کہ ان تدابیر پر عمل کرکے ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ تین حصے توکل کے ہیں اور یہ تین شرطیں اس میں پائی جاتی ہیں۔ ان تینوں معنوں کے لحاظ سے دیکھ لو۔ ان میں سستی غفلت یا کام کو چھوڑ دینا کہاں پایا جاتا ہے؟ توکل میں پہلی بات یہ ہے کہ پورے طور پر کام سپرد کر دینا۔ اب وہ لوگ جو کہتے ہیں چونکہ ہم نے خدا پر توکل کیا ہے اس لئے خود کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ کھانا کیوں کھاتے ہیں۔ کپڑے کیوں پہنتے ہیں۔ اپنی دوسری ضروریات کیوں خود پورا کرتے ہیں۔ انہوں نے باقی کونسا کام چھوڑ دیا ہے کہ قومی ترقی اور قومی بہتری کے متعلق وہ

کہتے ہیں۔ کہ انہیں خود کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ انہوں نے خدا پر توکل کیا ہوا ہے جن کاموں میں ان کو لذت محسوس ہوتی ہے وہ تو کبھی نہیں چھوڑتے۔ کھانے پینے کی چیزیں' میاں بیوی کے تعلقات آرام و آسائش کے سامان کبھی نہیں چھوڑتے۔ اور ان کے متعلق کبھی توکل نہیں کرتے۔ اگر توکل کے وہی معنی ہیں جو وہ بتاتے ہیں تو کیوں جائدادیں نہیں چھوڑ دیتے۔ مال و دولت کیوں باہر نہیں پھینک دیتے۔ ان سب باتوں میں توکل اختیار نہیں کرتے۔ لیکن جہاں محنت کرنی پڑتی ہے وہاں توکل لے بیٹھتے ہیں لقمے پر جب منہ مارتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ توکل انہوں نے کبھی سنا ہی نہیں کہ خدا آپ ہی آپ کام کردیگا۔ جب پانی پیتے ہیں۔ یا کپڑا پہنتے ہیں۔ یا عیش و آسائش کے سامان سے فائدہ اٹھاتے ہیں تو انہیں یہ توکل بھول جاتا ہے۔ روپیہ جب کسی سے لینے کا سوال آجائے تو اس کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ لیکن جہاں لوگوں کے فوائد کا تعلق ان سے آپڑے تو کہیں گے۔ جہاں سے اچھی چیز ملے وہاں سے لے لینی چاہئے۔ اسی طرح جہاں خریدنے کا سوال آئے گا تو کہیں گے کہ ہم نے خدا پر توکل کرکے مال خریدا ہے۔ لیکن جب بیچنے کا وقت آئے گا تو کہیں گے سب لوگ ہم سے ہی خریدیں۔ یہ توکل نہیں بلکہ سستی اور غفلت ہے اور اس طرح اپنی بدنامی کی بجائے خدا کو بدنام کیا جاتا ہے جہاں کام خراب ہو وہاں کہہ دیا جاتا ہے ہم نے یہ کام خدا کے سپرد کردیا تھا۔ اور جہاں کام اچھا ہو وہ اپنی طرف منسوب کرلیتے ہیں۔ پس معلوم ہوا ایسے لوگ اپنے کاموں کو خدا تعالیٰ کے سپرد نہیں کرتے۔ ورنہ اگر خدا تعالیٰ کے سپرد کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اس کام کے متعلق خود کچھ نہ کیا جائے تو وہ اپنے کاموں میں خود کیوں کوشش اور سعی کرتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ کی مجلس میں ایک دفعہ ایک وفد آیا۔ آپ نے ان میں سے ایک شخص سے دریافت کیا۔ (چونکہ آپ کھلی جگہ بیٹھے ہوئے تھے شاید آپؐ نے دیکھ لیا ہو۔ اس لئے پوچھا) تم نے اونٹ کا کیا انتظام کیا ہے؟ اس نے کہا خدا پر توکل کرکے یوں ہی چھوڑ آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا جاؤ پہلے اس کا گھٹنا باندھو پھر خدا تعالیٰ پر توکل کرو (ترمذی ابواب القیامہ)[1] پہلے اپنی طرف سے پوری تدبیر کرو اور پھر کہو خدا پر توکل کیا ہے۔ پس رسول کریم ﷺ نے خود توکل کے معنے بتادیئے کہ پوری تدبیر کے بعد خدا پر بھروسہ کرنے کا نام توکل ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم نے خدا کے سپرد کام کردیا۔ اور اس کے یہ معنے نہیں کہ خود کام کرنا چھوڑ دیں۔ تو پھر اس کے کیا معنے ہوئے۔ اس کے لئے یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے سپرد جو کچھ کیا جاتا ہے وہ کام کا انجام اور

نگرانی ہے۔ یہ غلط ہے کہ کام ہی خدا کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ جو کچھ کیا جاتا ہے وہ نگرانی ہوتی ہے۔ اور کوشش کرنا انسان کا کام ہوتا ہے۔ دیکھو جب کسی جرنیل کے سپرد فوج کی جاتی ہے تو اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ سپاہی اپنے گھروں کو چلے جائیں اور صرف جرنیل اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرے۔ یا اگر مریض کسی ڈاکٹر کے سپرد کیا جاتا ہے تو ڈاکٹر کا یہ کام نہیں ہوتا کہ خود اس کے لئے دوائی تلاش کرتا پھرے اور مریض کے لواحقین بے فکر ہو کر بیٹھ رہیں۔ اسی طرح جب کسی وکیل کے سپرد مقدمہ کیا جاتا ہے تو مقدمہ والا بے فکر ہو کر گھر میں اس لئے نہیں بیٹھ رہتا کہ سب کام وکیل خود ہی کرلے گا۔ غرض دنیا میں تمام کام جب کسی کے سپرد کرتے ہیں تو یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ نگرانی کرے گا۔ اسی طرح جب خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں تو اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ نگرانی خدا تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ اور جب توکل کے یہ معنی ہوئے۔ تو لازماً دوسرا قدم یہ ہوتا ہے کہ جس کی نگرانی میں کوئی کام دیا جائے اس کی ہدایات بھی مانی جائیں۔ مثلاً جب ڈاکٹر کے سپرد مریض کیا جائے تو جو کچھ ڈاکٹر کہے وہ مانا جاتا ہے اسی طرح جب وکیل کے سپرد مقدمہ کیا جائے تو جو کچھ اس کے متعلق وہ کہے وہ ماننا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح جب خدا تعالیٰ کے سپرد کام کیا جاتا ہے تو اس کے یہ معنے ہوئے کہ جو باتیں خدا تعالیٰ کہے گا وہ مانیں گے۔ اور جو اسباب مہیا کرنے کا حکم دیگا وہ مہیا کریں گے یہ دوسرا حصہ توکل کا ہوتا ہے۔ تیسری چیز یہ ہے کہ جس کے سپرد کوئی کام کرتے ہیں اس پر اعتماد رکھتے ہیں اور بغیر اعتماد کے توکل کامیاب نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ڈاکٹر کے سپرد مریض کریں۔ لیکن ڈاکٹر کا نسخہ اس خیال سے استعمال نہ کریں کہ ممکن ہے اس کا خراب اثر ہو۔ یا کسی وکیل کے سپرد مقدمہ کریں۔ اور وہ کہے فلاں document لاؤ تو اس وجہ سے نہ لائیں کہ ممکن ہے وکیل اسے ضائع کردے۔ تو نہ مریض کو فائدہ ہو سکتا ہے اور نہ مقدمہ کرنے والے کو۔ پس تیسری بات توکل کے لئے یہ ضروری ہے کہ کامیابی کی امید ہو۔ مایوسی نہ ہو۔

یہ تینوں حصے توکل کے اگر مسلمانوں میں پیدا ہو جائیں تو یقیناً ان کے لئے کامیابی ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کے سپرد اپنے کام کردیں۔ خدا تعالیٰ سے ہدائتیں چاہیں۔ شیطان اور طاغوت سے مشورہ طلب نہ کریں۔ پھر خدا تعالیٰ کی دی ہوئی عقل سے کام لیں۔ شریعت نے جو گُر بتائے ہیں ان پر عمل کریں۔ پھر امید نہ چھوڑیں۔ یہ باتیں پیدا کرلیں تو پھر دیکھیں کس طرح آناً فاناً ان میں تغیر پیدا ہوتا ہے۔

اس وقت مسلمانوں کی جو مسکینی کی حالت ہے وہ نہایت ہی قابل رحم حالت ہے۔ جن لوگوں

نے امداد کے لئے میرے پاس درخواستیں بھیجی ہیں۔ ان میں سے اکثر کے مصائب میرے نزدیک ایسے ہیں کہ اگر میرے پاس روپیہ ہوتا تو میں ضرور انہیں دے دیتا مگر اتنا روپیہ آئے کہاں سے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ اس وقت مسلمان اربوں روپے کے زیر بار ہیں۔ مگر باوجود اس کے کبھی بحیثیت قوم انہوں نے اس کی فکر نہیں کی۔ اگر مسلمان آج سے پچیس سال پہلے ہی فکر کرتے تو اس قدر مقروض نہ ہوتے اور اگر کچھ لوگ مقروض ہو جاتے تو قوم ہی ان کا قرض ادا کر دیتی۔ ہماری جماعت میں اس بات کا بہت خیال رکھا جاتا ہے۔ اور سالانہ پچاس ساٹھ ہزار روپیہ بیواؤں۔ یتیموں اور غرباء پر خرچ ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی سینکڑوں ایسے رہ جاتے ہیں جن کی حالت امداد کا تقاضا کرتی ہے لیکن ہم مدد نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے پاس ہوتا کچھ نہیں۔ اگر تمام مسلمانوں میں اسی طرح قومی زندگی پیدا ہو جائے جیسے ہماری جماعت میں ہے تو پھر ضرورت مند مسلمانوں کی مدد کرنا کچھ مشکل نہیں۔ مگر مدد تبھی کی جاسکتی ہے کہ پاس کچھ ہو۔ جب سامان ہی نہ ہو تو کیا امداد کی جاسکتی ہے۔ دیکھو حضرت ہاجرہ کو اسماعیل جو خاوند کی بڑھاپے کی عمر کا بچہ تھا کتنا پیارا ہو گا مگر جب اسے پیاس لگی تو سوائے تڑپنے اور بھاگنے دوڑنے کے کیا کر سکتی تھیں۔ اسی طرح جب قومی سرمایہ ہی نہ ہو تو مسلمانوں کی تکلیف کا ازالہ کس طرح کیا جاسکتا ہے ہاں سرمایہ مہیا کر دو اور پھر دیکھو کس طرح آناً فاناً حالت درست کی جاسکتی ہے۔ افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں کی نہ دنیوی حالت درست ہے نہ دینی۔ ہمارا کام تو دینی حالت کی اصلاح ہے۔ جس کے لئے کتابوں کی اشاعت کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم بہتر سے بہتر کتابیں شائع کر سکتے ہیں۔ مگر سرمایہ نہیں۔ اور جو کتاب چھپوائی جاتی ہے وہ اتنی قلیل نکلتی ہے کہ اس سے خرچ بھی پورا نہیں ہو سکتا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں کتابوں سے فائدہ اٹھانے کا احساس ہی نہیں۔ یہ احساس بھی پیدا کیا جاسکتا ہے مگر یہ بھی خرچ چاہتا ہے۔ بات یہ ہے جب تک کامل طور پر توکل پر عمل نہ کیا جائے مسلمانوں کی حالت درست نہیں ہو سکتی۔ اور جب تک حالت درست نہ ہو۔ بھائی بھائی کی مدد نہیں کر سکتا۔ میرے خیال میں اگر مسلمانوں کی مردم شماری کر کے دیکھا جائے تو سو میں سے ۸۵ مقروض نکلیں گے۔ اور یہ ایسے لوگ ہونگے جو کمانے والے ہونگے۔ اور کوئی تعجب نہیں۔ اس سے بھی زیادہ ہوں۔ یہ اندازہ میں نے بہت احتیاط سے لگایا ہے ورنہ شاید ہی کوئی مسلمان ہو۔ جو مقروض نہ ہو۔ یہ نتیجہ ہے توکل جیسی بہترین ہدایت پر عمل نہ کرنے کا۔ اور خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی تدابیر سے منہ موڑنے کا۔ اکثر لوگ دینی امور میں بھی شکایت کرتے ہیں کہ روحانی فوائد حاصل نہیں ہوتے۔ مگر وہ بھی صحیح طور پر توکل

پر عمل نہیں کرتے۔

میں اپنی جماعت کو خصوصیت سے اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ توکل کے صحیح معنے سمجھیں۔ ان پر عمل کریں اور یقین رکھیں کہ جب انہوں نے اپنے کام خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیئے تو تمام دنیا سے کبھی نہیں ہار سکتے۔ کبھی نہیں ہار سکتے۔ کبھی نہیں ہار سکتے۔ اگر وہ خدا تعالیٰ پر توکل رکھیں تو ضرور کامیاب ہونگے۔ اور خدا تعالیٰ مسلمانوں کو بیدار کرنے کا کام ان سے کرا دے گا۔ بیشک ہم کمزور ہیں۔ ہماری مالی حالت کمزور ہے ہم جو کچھ کماتے ہیں خالص ضروریات زندگی پر خرچ کر کے باقی جو کچھ بچتا ہے دین کے لئے لگا دیتے ہیں۔ اس طرح ہمارے مال کا آخری پیسہ تک دین کے لئے خرچ ہو رہا ہے۔ مگر جس خدا پر ہمارا توکل ہے۔ ہر بات کر سکتا ہے۔ دیکھو ہمارے دلوں میں یہ خواہش تو مدت سے تھی اور اس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں میں بھی پایا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو بیدار کیا جائے مگر کون کہہ سکتا تھا کہ بیدار کرنے کے ایسے سامان اتنی جلدی پیدا ہو جائیں گے۔ جیسے پچھلے چند دنوں میں پیدا ہو گئے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سوئے ہوئے مسلمان یک لخت جاگ اٹھے ہیں یا یہ کہ قبریں پھٹ گئی ہیں۔ اور ان میں سے لوگ نکل کر بھاگنے لگ گئے ہیں۔ یہ حالات بتاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جب چاہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔ پس اصل چیز اس پر توکل اور بھروسہ ہے۔ اس کے احکام کے مطابق کام کرو تو ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اسلام تمہارے ذریعہ ترقی کرے گا۔ اور جو قومیں اس وقت ست اور غافل ہیں وہ چالاک اور ہوشیار ہو جائیں گی۔ اور جو سو رہی ہیں وہ بیدار ہو جائیں گی۔ اور جو مری ہوئی ہیں وہ زندہ ہو جائیں گی۔

(الفضل ۹/ اگست ۱۹۲۷ء)

لے ترمذی ابواب صفة القيمة باب ماجاء في صفة اواني الحوض